بچوں کے حقوق اور ان سے خصوصی شفقت کا رویہ: سیرتِ طیبہ کا مطالعہ

(Rights and Special Affection for the Children: A study of *Sīrat-e-Tayba*)

ڈاکٹر محمد رمضان نجم باروی*

Abstract

Giving extraordinary importance to the childhood, *Sīrah* of the Prophet Muhammad (ﷺ) provides special guidance on children's rights and on giving them special attention in term of love and affection. This article presents important points on the subject in the light of *Sīrat-e-Tayba*. It concludes that *Sīrah* not only defines all the necessary rights from birth to puberty and beyond, but also presents its practical form. Important instructions have been given to the parents and the whole society regarding their kids in naming, education, verbal and practical training, love and compassion, physical and mental development, etc. The role of *Sīrah* cannot be even forgotten in the ongoing work on children's rights in current international scenario.

Key Words: Children, rights, love, *Sīrah*, guidance

سیرت طیبہ، جس کا ایک امتیاز کمالِ وسعت اور شمول و عموم ہے، میں انسان کی زندگی کے ہر حصے کے لیے حقوق و فرائض کی عملی صورت پیش کی گئی ہے۔ بچے کی جملہ ضروریات، اس ابتدائی زندگی کے تقاضے ان تقاضوں کے مطابق اقربا اور معاشرے کے فرائض انسانی زندگی کا اہم اور بنیادی موضوع ہے۔ بچپن کی زندگی اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ اس عرصے میں اصلاح و تربیت کا اثر زندگی کے آخری سانسوں تک رہتا ہے۔ اسی لیے سب سے زیادہ زور زندگی کے اسی حصے پر دیا جاتا ہے تاکہ قصرِ حیات کی عمر مضبوط بنیادوں پر اٹھائی جا سکے، اور اگر زندگی کے اس حصے میں غفلت برتی جائے تو جوانی اور پیری میں اس کا خمیازہ صرف والدین اور اقرباہی نہیں بلکہ پورے معاشرے کو بھگتنا پڑتا ہے۔ بقول سعدی: خشت اول

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، دی یونی ورسٹی آف فیصل آباد

چو نہد معمار ک: تاثریا مے رود دیوار کج۔ بچپن کے زمانے کی غیر معمولی اہمیت کے پیش سیرت طیبہ میں بچوں کے حقوق سے متعلق رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ ذیل میں بچوں کے اہم حقوق اور ان سے لطف ومحبت سے متعلق سیرت طیبہ کی روشنی میں اہم نکات پیش کیے جارہے ہیں۔

والدہ کا نیک وصالح ہونا

بچہ ابھی اس عالم ہست و بو میں نہیں آتا کہ اس کے حقوق شروع ہو جاتے ہیں۔جب بھی کوئی انسان بقاے نسل اور پاکیزگیء فکر و نظر کے لیے کسی رفیقہ کا انتخاب کرتا ہے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ ایسی خاتون سے یہ شرعی تعلق قائم کرے جو اولاد کی عزت وو قار، صحت وعادات کیلیے اچھی شہرت کی حامل اور دیندار ہو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: **تنکح المراۃ علیٰ اربع خصالٍ :علیٰ دینھا ،وعلیٰ جمالھا ،وعلیٰ حسبھاونسبھا،فعلیک بذاتِ الدین۔**[1] "کسی بھی عورت سے نکاح اس کے دین،اس کے حسن اور اس کے حسب ونسب کی بنیاد پر کیا جاتا ہے تو تم پر لازم ہے کہ تم دین کی بنیاد پر نکاح کرو۔" خود رسول ﷺ نے جن خواتین سے نکاح فرمایا یہ سب عفت وپاک دامنی، دینداری اور اخلاق حسنہ میں اپنی مثال آپ تھیں،سب سے پہلی زوجہ طیبہ طاہرہ کے لقب سے معروف تھیں جن کی صالحیت جاہل معاشرے میں بھی ضرب المثل تھی جن سے اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو بے مثل اولاد عطا فرمائی۔ مقصدِ نکاح بھی توالد، بقاء نسل اور حصول عفت وطہارت ہو تو اس سے اولاد بھی صالح پیدا ہوتی ہے اور یہ اولاد کا حق ہے کہ ان کے توالد میں طہارت وعفت کا عنصر شامل ہو تاکہ وہ پاکیزگی کا جوہر لے کر پیدا ہوں۔

کان میں اَذان واقامت

بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے تو وہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہے، اور یہ اس کا حق ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اس کے کان میں ایسی بات کہی جائے جو سب سے زیادہ اہم، بنیادی اور اس عالمِ شہادت میں اس کے بغیر چارہ نہ ہو تاکہ اس کے ذہن میں نقش اول کی حیثیت سے وہ محفوظ ہو جائے اور مستقبل میں اسی بنیاد پر وہ علم میں ترقی اور اضافے کی راہ پر گامزن ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو یہ حکم دیا ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلے آذان واقامت سنا کر دنیا میں اس کے آنے کے مقصد عظیم یعنی معرفت اور عبادت خداوندی کی طرف اس کی توجہ مبذول کرائے۔ حدیث مبارک میں ہے: **"من ولد له فأذن فی اذنه الیمنی و اقام فی ا ذنه الیسری لایضرہ ام الصبیان۔** [2] "جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوااور اس نے اس کے دائیں کان میں آذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تو اس بچے کو ام الصبیان کبھی کوئی تکلیف نہ رہے گی۔" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حسنین رضی اللہ عنہما کے کان میں آذان واقامت فرمائی۔[3]

---

[1] سعید بن منصور الجوزجانی(م267ھ)، سنن سعید بن منصور(ہند:الدارالسلفیہ،1402ھ)، رقم الحدیث:502۔

[2] احمد بن محمد السنی(م364ھ)، عمل الیوم اللیلیۃ (جدہ: دارالقبلۃ، س ن)، رقم الحدیث:623۔

[3] احمد بن الحسین البیہقی(م458ھ)، شعب الایمان(الریاض: مکتبۃ الرشد، 1423ھ)، رقم الحدیث:8255۔

تحنیک

بچے کی پیدائش کے بعد اس دنیا کی اجنبی خوراک کا سلسلہ جب شروع ہوتا ہے تو نیک و سلیم فطرت لوگوں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ اپنے نو مولود بچے کے منہ میں کسی ایسے صالح شخص سے کوئی میٹھی چیز چبوا کر دیتے ہیں جو نیک خصلت، اخلاق حسنہ سے متصف، اور اعلی کردار کا حامل ہو تا کہ بچے میں بھی اسی جیسی اچھی صفات و عادات پیدا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اچھے عمل کی عملاً ترغیب دی۔ جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی تحنیک فرمائی اور اس کے علاوہ جو بھی بچہ آپ ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد مسلمانوں کے گھر پیدا ہوتا تو وہ عموماً آپ ﷺ ہی کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا اور آپ ﷺ عموماً کھجور جو عرب کی عمومی غذا تھی چبا کر بچے کے منہ میں دیا کرتے۔ حدیث مبارک میں آتا ہے: **كان يحنك اولاد الأنصار بتمرة يمضغها فيجعلها في حنك الطفل يمصها ،فيكون اول ما يد خل جو فه ريقةُ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ۔** [4] "آپ انصار کے بچوں کی تحنیک کھجور مبارک ان کے تالو میں دے کر فرماتے، جسے وہ چوستا۔ اس طرح سب سے پہلے اس کے پیٹ میں جناب رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک داخل ہوتا۔"

اچھا نام رکھنا

نام کسی بھی شخص کی پہچان، اس کے آباؤ اجداد کی فکر کی مظہر اور نیک یا بد شگونی کی علامت بلکہ اچھے یا برے اثرات کا باعث ہوتا ہے اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھے نام جیسے عبد اللہ، عبد الرحمن اور محمد وغیرہ کو پسند فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے بچوں کے نام کیسے مبارک اور خوبصورت رکھے۔ سیدنا قاسم، سیدنا عبد اللہ، سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہم اور صاحبزادیوں کے اسمائے مبارکہ: سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ جناب حسنین رضی اللہ عنہما کے نام آپ نے خود رکھے جب کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ان کے اسماء حرب رکھنا چاہتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ان کے نام حسن، حسین اور محسن رضی اللہ عنہم رکھے۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **لما ولدالحسن جاء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال،أروني بني ماسميتموه؟قلت:سميته حرباً،قال بل ہو حسن،فلما ولد الحسين قال،،أروني بني ماسميتموه ؟قلتُ : سميته حرباً،قال بل ہو حسين ،،فلما ولد الثالث جاء النبى صلى الله عليه وآله وسلم فقال،،أروني بني ماسميتموه ؟قلتُ : حرباً،قال ،ہو محسن ،ثم قال :انى سميتهم بأسما ء ولد ہارون (عليه السلام)شبر،شبير و مشبر۔** [5] چونکہ حرب میں لڑائی جھگڑے کا مفہوم پایا جاتا ہے اس لیے آپ ﷺ نے ایسے ناموں کو پسند نہیں فرمایا بلکہ حسن سے مشتق اسماء کا انتخاب فرمایا۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے بعض مکروہ المعنی اسما کو ناپسند فرمایا جیسے، مرُہ، حرب، برہ وغیرہ۔ [6] اور جن اسما کو پسند فرمایا وہ یہ

---

[4] عمر بن علی ابن الملقن(م804ھ)، التوضیح شرح الجامع الصحیح(دمشق: دارالنوادر، 1429ھ)، 10: 220۔

[5] امام احمد بن حنبل(م241ھ)، فضائل الصحابہ(بیروت: موٴسسہ الرسالہ، 1403ھ)، رقم الحدیث: 1365۔

[6] امام مالک بن انس(م179ھ)، الموٴطا(بیروت: موٴسسہ الرسالہ، 1412ھ)، رقم الحدیث: 2049۔

ہیں، عبد اللہ، عبد الرحمن، عبید اللہ، حارث اور ھمام۔[7] خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی کس قدر خوب صورت رکھا گیا۔ جب آپ کے دادا سیدنا عبد المطلب نے نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا تو قبیلہ والوں نے کہا کہ تم نے یہ نیا نام کیوں رکھا ہے اور اپنے آبا کے نام پہ کیوں نہیں رکھا؟ فرمایا: "**اردتُ ان یحمده الله فی السماء وخلقه فی الأرضِ**"[8] یہ نام مبارک چونکہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس لیے قرآن حکیم میں آپ کا یہ نام مبارک کئی مقامات پر ذکر فرمایا گیا ہے۔

اچھی نشو و نما اور اس کے لیے دودھ پلوانے کا حق

بچے کے اہم حقوق میں سے ایک اس کا حق نشو و نما ہے جس میں اہم ترین ضرورت اس کی غذا ہے اور ابتدائی غذا میں کسی صحت مند اچھی صفات و عادات والی اور اچھے نسب والی عورت کی چھاتی کا دودھ ہے۔ اگر وہ دودھ اس کی حقیقی والدہ کا میسر ہو تو بہت بہتر ورنہ کسی دوسری خاتون کا اہتمام کیا جائے گا اور یہ ذمہ داری والد کی ہو گی کہ وہ اس کا اہتمام کرے۔ سیرت طیبہ میں اس کی عملی مثال خود آپ ﷺ کا بچپن میں قبیلہ بنو سعد کی سعادت مند خاتون سیدہ حلیمہ کا دودھ پینا ہے، جس کا عرصہ تقریباً دو سال یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ثویبہ کا دودھ بھی آپ ﷺ نے نوشِ جان فرمایا۔[9] آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادگان کو بھی دودھ پلانے کا اہل عرب کے دستور کے مطابقا اہتمام فرمایا چناچہ آپ ﷺ نے اپنے نور نظر سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے لیے ام سیف کا انتخاب فرمایا اور آپ ﷺ اس کے گھر میں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے بھی تشریف لے جاتے۔ اور بوقت وصال بھی سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ رحمت عالم ﷺ کے ہاتھوں میں تھے اور آپ کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔[10]

ذہنی تربیت

ذہنی تربیت کے لیے گھر کا ماحول مثبت رکھنا، میاں بیوی کا باہمی اختلاف سے بچوں کو دور رکھنا، پر سکون اور سازگار ماحول میسر کرنا، والدین بلکہ پورے معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ اور مختلف قسم کے سوالات سے ان کو غور وخوض کی عادت ڈالنا، مختلف انداز سے انھیں باتوں اور معاملات کی گہرائی تک اترنے کا عادی بنانا یہ بھی ذہنی تربیت کا حصہ ہے، ہمیشہ سے گھروں میں رات کو نانیوں اور دادیوں کی قصے کہانیاں سنانے کی رسم بھی اس میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ جس سے بچوں میں ان بزرگوں کی محبت بھی پیدا ہوتی ہے اور ذہنی نشو نما بھی، لیکن ایسی کہانیوں کا انتخاب کرنا ضروری ہے جو مثبت فکر کے احیا میں اپنا کردار ادا کریں۔ بچے اس سے جہاں محظوظ ہوتے ہیں، ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، ذخیرہ الفاظ سمیٹنے میں آسانی ہو جاتی ہے، وہاں ان دادیوں نانیوں کا دل بھی بہل جاتا ہے۔ عصر حاضر میں اس کی جگہ موبائل، ٹی وی اور سوشل

---

[7] عبد اللہ ابن وھب (م197ھ)، الجامع (الریاض: دار ابن الجوزی، 1416ھ)، رقم الحدیث: 68۔

[8] جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی (م911ھ)، الخصائص الکبریٰ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن)، 1: 134۔

[9] محمد بن اسماعیل البخاری (م256ھ)، الجامع الصحیح بخاری، (مصر: دار طوق النجاہ، 1422ھ)، رقم الحدیث: 5101۔

[10] مسلم بن الحجاج القشیری (م261ھ)، الجامع الصحیح لمسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، رقم الحدیث: 2315۔

میڈیا نے لے لی ہے اور گھر میں نانی، دادی بلکہ والدین بھی بچوں کی طرف سے محبت کے اظہار کے منتظر رہتے رہتے آہستہ آہستہ محروم ہوتے جارہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کا بچہ ماضی کے بچوں سے زیادہ ذہین ہے لیکن ان جیسا مؤدب، باخلاق اور تابع فرمان نہیں ہے، اور پھر آج کا میڈیا جو فحاشی و عریانی اس عمر میں بچوں میں راسخ کر رہا ہے، اس کا خمیازہ مستقبل میں پوری قوم کو بھگتنا پڑے گا اس لیے اس سے نجات کی کوئی سبیل نکالی جائے یا میڈیا کا قبلہ درست کیا جائے تاکہ نسل انسانی میں انسانی اقدار کسی حد تک محفوظ رہ سکیں۔

حق زندگی

جس دور میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور تربیت امت کا اپنا فریضہ شروع فرمایا اسے اس کے ظلم و استبداد کی بدولت تاریخ میں زمانہ جاہلیت سے تعبیر کیا گیا اس دور میں ایسے واقعات بھی رونما ہو چکے تھے کہ لوگوں نے اپنی بچیوں کو زندہ درگور تک کر دیا قرآن حکیم نے بھی اس امر کی گواہی دی ہے۔ ارشاد ہے: **وَاِذَا الْمَوْءُ دَ ةُ سُئِلَت بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَت۔** [11]"جب زندہ درگور کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی!" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچیوں کو ایسی عزت دی کہ وہ اب اپنے باپ کے گھر سے شوہر کے گھر تک اور بچپن سے گور تک قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں چاہے بیٹی ہو، بہن ہو، ماں ہو یا بیوی ہو، اور اب اس کی تربیت ہی کو نسلِ نو کی تربیت واصلاح کی بنیاد سمجھا جانے لگا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **من عال ثلاثَ بناتٍ فأدبهُن وزوجهُن واحسن اليهِن فله' الجنةُ۔**[12] "جو شخص تین بیٹیوں کی اچھی طرح سے تربیت کے ساتھ کفالت کرنے کے بعد بیاہ دے تو اس کے لیے جنت ہے۔" بچوں کو مفلسی کے خوف سے زندگی کا حق نہ دینا ظلم اور قتل کے مترادف ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا: **وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَا قٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔**[13]"اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے۔ یقیناً اولاد کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔"

یتیم بچوں کا حق کفالت

یتیم فقہ اسلامی میں اس نابالغ بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے یعنی احکام یتیم اسی کے لیے ثابت ہوں گے ورنہ جس کی ماں فوت ہو جائے وہ بھی یتیم ہے۔ اولیاء اور ورثاء پر یتیم بچے کا حق ہوتا ہے کہ وہ اس کی اور اس کے مال کی حفاظت کرے بلکہ پورے ماحول اور معاشرے پر اسلام نے اس کا یہ حق رکھا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ایسا رویہ رکھیں کہ اسے اپنے والد کی کمی کا احساس کم سے کم ہو۔ اور کبھی اسے یہ احساس نہ ہونے دیں کہ کاش آج اس کا باپ زندہ ہوتا تو یہ محرومی نہ دیکھنا پڑتی۔ احادیث مبارکہ میں یتیم کی خبر گیری، اور خیر خواہی پر بہت انعامات کی خوش خبری کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ رحمت

---

[11] التکویر81: 9،8۔

[12] ابو داؤد سلیمان بن الاشعث (م275ھ)، سنن ابی داؤد (بیروت: المکتبہ العصریہ، س ن)، رقم: 5147۔

[13] بنی اسرائیل17: 31۔

عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **من وضع يده على رأسِ يتيم رحماً كانت له بكلِ شعرةٍ تحت يده عليها حسنة**.[14] "جس نے رحم کرتے ہوئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے بدلے اسے ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔"

جنگوں میں حق تحفظ

بچے نفرتوں، عداوتوں اور دشمنیوں جیسی لعنت سے دور ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی صلح، محبت اور دوستی سے عبارت ہوتی ہے اس لیے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہر قسم کی باہمی چپقلش، باہمی عداوت اور نفرت سے الگ رکھنے اور ان کے اثراتِ بد سے بچانے کا حکم دیا ہے۔ جنگوں میں خصوصاً فاتح گروہ مفتوح قوم کے ساتھ ظالمانہ سلوک کو روا رکھتا ہے ،لیکن اسلامی تعلیمات کسی بھی طرح کے ظلم کی اجازت نہیں دیتیں۔ خصوصاً جنگی اصولوں میں سے اسلام کا ایک زریں اصول جو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ دوران جنگ کسی بھی بچے اور عورت (یعنی بچے کی پرورش کرنے والی) کو قتل نہ کیا جائے چنانچہ ارشاد نبوی ہے: **لا تقتلوا امرأة ولا صبيا**۔[15]

تعلیم کا حق

اس دنیا میں قدم رکھنے کے بعد اہم ترین ضرورت جو مقصد حیات بھی ہے اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ بھی، وہ علم ہے۔ اور یہ صلاحیت اللہ تعالیٰ ہر بچے کی فطرت میں ودیعت فرماتا ہے کہ وہ افہام و تفہیم کے لیے الفاظ کے معانی اور ان کے مابین نظامِ ربط کو سیکھے سمجھے۔ بچہ اپنی ماں کے چشمہ شیر سے سیر اب ہونے کا طریقہ خود اپنی فطرت میں لے کر پیدا ہوتا ہے اور والدہ کے سینے سے کسب فیض کرتا ہوا اپنے سینے کو مخزنِ علم بنالیتا ہے، اور اس طرح سینہ بسینہ انتقالِ علم کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔ یہی حصولِ علم کا وہ طریقہ ہے جو انسانِ اول جناب سیدنا آدم علیہ السلام کو اعطاے علم میں پسند فرمایا گیا کہ بغیر قلم و قرطاس کے ان کو فضیلت علم سے نواز کر مسجود ملائکہ ہونے کا شرف عظیم دیا گیا اور آج بھی اخذ قلم و قرطاس سے کہیں پہلے بچے کو سب سے اول خود خالق کائنات نور علم کی روشنی عطا فرماتا ہے بوقت ضرورت رونے اور بوقت مسرت مسکرانے کا ملکہ بچہ فطرت وجبلت میں لے کر آتا ہے دانت نہ ہونے کے باوجود ہنس لینا یہ بچے کو خود اس کا خالق سکھاتا ہے اور اسی لیے ہنسنے سے مسکرانے کو اولیت کی فضیلت حاصل ہے۔ حسی قوتیں یعنی دکھ، درد، گرمی، سردی اور بھوک وپیاس کا احساس بچے کی تخلیقی وپیدائشی قوتیں ہیں اور پھر بولنے، الفاظ کا ذخیرہ کرنے، چلنے پھرنے، رشتوں کی معرفت، اور دیگر ترقی کے تمام ظاہری، باطنی، جسمانی اور روحانی طریقے سیکھنے کا باقاعدہ سلسلہ والدین، افرادِ خانہ اور ماحول و معاشرہ سے شروع

---

[14] عبد اللہ بن المبارک (م 181ھ)، الزھد والرقاق، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن)، 1: 229۔

[15] عمر بن شیبہ (م 262ھ)، تاریخ المدینہ (جدہ: مکتبہ نامعلوم، 1399ھ)، 2: 462۔

ہوتا ہے۔ اور یہ بچے کا والدین پر اولین حق ہوتا ہے کہ اس مہمان کو یہ بنیادی معلومات فراہم کریں۔ کہا گیا ہے: **من اتقى اللهَ في اولادِه اتقوالله فيه ومن ضيع حقَّ اولاده ضيعوا حقَّه اذااحتاج اليه۔** [16]

بچے کو ابتدا میں ترجیحاً کیا سکھانا چاہیے سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیہ والصلوات میں اس کی راہنمائی موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بچوں کو جو سوجھ بوجھ کی عمر کو پہنچ جائیں مسجد میں لانے، جماعت کے ساتھ شریک ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ صفوں کی ترتیب میں ان کو بڑے مردوں کے بعد کھڑا کیا جائے۔ فرمایا: **مروا صبيانكم بالصلاةِ اذبلغوا سبعاً،واضربُوا عليها اذابلغوا عشرًاوفرِّقوا بينهم في المضاجعِ۔** [17] حدیث مذکور میں بچوں کو حقوق اللہ میں سے اہم حق یعنی عبادت کی تعلیم دینے کا حکم فرمایا۔ اور پھر اس پر قدرے سختی کرنے کا حکم دیا۔ جس کا معنی ہے کہ پہلے تین سال نرمی وشفقت سے انھیں نماز کی طرف راغب کیا جائے۔ یہ حدیث دس سال کی عمر سے پہلے سختی نہ کرنے اور نہ مارنے کی طرف لطیف اشارہ کر رہی ہے۔ آپ نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ ایک معاشرتی اصول بھی بتادیا وہ یہ کہ دس سال کی عمر ہونے کے بعد بچوں کو الگ بستر پر سلایا جائے یعنی نہ وہ والدین کے ساتھ ان کے بستر پے سوئیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے ساتھ۔ اور اس میں جو حکمت ہو سکتی ہے وہ کوئی مخفی نہیں کہ اسے توضیح کا جامہ پہنایا جائے۔ دوسری حدیث میں انہیں اسلاف کا احترام سکھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمان نبوی ہے: **ادِ بوا اولادكم على ثلاثِ خصالِ حبّ نبيِكم و قراء ة القرآنِ۔** [18] تعلیم کا طریقہ قولاً بھی ہے اور فعلاً بھی، بچوں کے سامنے وہ کام بحسن وخوبی کیا جائے جس کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم جن کا منصب ہی تعلیم ہے۔ آپ ﷺ کی ساری زندگی کا ایک ایک حصہ اس کا آئینہ دار ہے۔ دوسرا عملی طریقہ یہ ہے کہ بچے کو نادرست کام کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی اصلاح کی جائے۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے صدقے کی کھجور منہ میں ڈال لی تو آپ نے فوراً ان کا منہ کھول کر نکال دی اور فرمایا: **كخ كخ ،ألقها،أماشعرت أنالاناكل الصدقة** "[19] نکال دو، تمھیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔" اپنے عمل سے تعلیم و تربیت کی سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں یہ مثال بھی ہے کہ آپ بڑوں کی طرح بچوں کے قریب سے گزرتے تو ان کو سلام فرماتے تاکہ ان میں یہ عادت رائج ہو۔ روایت کے مطابق جناب انس رضی اللہ عنہ بچوں کے قریب سے گزرے تو انھیں سلام کیا اور پھر فرمایا: **كان النبی صلى الله عليه وآله وسلم يفعله۔** [20]

حق شفقت ومحبت

---

[16] محمد بن صالح العثيمين (م1421ھ)، شرح رياض الصالحين، (الرياض: دارالوطن، 1426ھ)، 1: 173۔

[17] احمد بن حنبل (م241ھ) مسند احمد، (بیروت: موسسہ الرسالہ، 21ھ)، رقم الحدیث: 2689۔

[18] محمد عبد الرؤف المناوی (م1031ھ)، فیض القدیر، (مصر: المکتبہ التجاریہ الکبریٰ، 1356ھ)، رقم الحدیث: 1264۔

[19] عبداللہ بن عبدالرحمن الدامی، (م255ھ)، سنن الدارمی، (السعودیہ: دارالمغنی، 1412ھ) رقم الحدیث: 1682۔

[20] البخاری، الجامع الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: 6247۔

تعلیم وتربیت، حق نشو نما اور بچوں کے دیگر حقوق میں جس چیز کو اولیت اور اہمیت حاصل ہے، اور جس پر دوسرے حقوق کی ادائیگی کا بہت حد تک انحصار ہے، وہ حق شفقت و محبت ہے، یعنی پھول جیسے بچوں کا یہ حق ہوتا ہے کہ انھیں محبت و شفقت کا ماحول بہم پہنچایا جائے اور شفقت کے ماحول میں انھیں زندگی کا ابتدائی سفر طے کرنے کا اور نشو نما کا موقع فراہم کیا جائے، بچے سب سے زیادہ اسی کے محتاج ہوتے ہیں۔ اسی لیے ماں کے دل میں اولاد کی شدید محبت رکھی گئی ہے کیونکہ پرورش کی بنیاد یہی جذبۂ محبت ہے۔ خود خالق کائنات نے جو رب العالمین ہے اپنی ربوبیت کے بیان کے ساتھ جن صفات کا ملہ کا ذکر فرمایاہے وہ رحمن ورحیم ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ دیگر حکمتوں اور وجوہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اپنی مخلوق سے محبت فرماتاہے اور اس پر رحمن ورحیم ہے اور تاجدار ختم نبوت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی وجہ سے رحمۃ للعلمین بناکر مبعوث فرمایا کہ آپ بھی تربیت انسانیت کے وسیلۂ عظمیٰ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت خصوصاً چھوٹے بچوں کے ساتھ محبت کی ایسی انوکھی مثالیں قائم فرمائی ہیں کہ آج تک یہ عمر ان کرم نوازیوں پر مچلتی اور قربان ہوتی نظر آتی ہے۔اس کے باوجود کہ آپ حالت جلوس و قعود میں بھی رفعتِ عرش سے بلند و برتر ہوتے بچوں کو کندھے پر بٹھالیتے، گود میں لے لیتے نہ صرف اپنی اولاد کو بلکہ اپنے غلام زادے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی محبتوں اور شفقتوں سے نوازتے خود اسامہ روایت کرتے ہیں: **كان رسولُ الله صلى الله عليه وآله وسلم يأ خذني والحسنَ ويقول اللهم انى احبهمافا حبهما.** [21]اور ایک روایت ان کو گود میں بٹھانے کی بھی ہے۔[22]

نماز کی حالت میں بچوں پر شفقت

بسا اوقات بچے حالت نماز میں نمازی کے ساتھ کھیل کود کرتے ہیں، سجدے کی حالت میں پشت پر بیٹھ جاتے ہیں تو ایسی حالت میں بھی ان سے شفقت کا معاملہ کرنا سنت ہے۔ جناب حسنین رضی اللہ عنہما اور سیدہ امامہ بنت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نماز کی حالت میں اپنے کندھے پر بٹھاتے اور اگر سجدے کی حالت میں وہ آپ ﷺ کی پشت پر بیٹھ جاتے تو آپ ﷺ ان کی خاطر سجدہ طویل فرمادیتے[23] کہ کہیں گرنے سے ان کو تکلیف نہ پہنچے۔ یا یہ کہ یہ مجھے سواری بناکر پشت پر سوار ہوئے ہیں تو کہیں ان کا مان نہ ٹوٹ جائے۔ آپ ﷺ نماز میں ہوتے اور کسی بچے کے رونے کی آواز آتی تو نماز مختصر فرمادیتے تاکہ بچے اور اس کی والدہ کو تکلیف نہ ہو۔ فرمایانے فرمایا: "میں نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ کرتا ہوں کہ نماز لمبی پڑھوں گا لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کردیتاہوں کیونکہ میں جانتاہوں کہ اس کی ماں (جو میرے ساتھ نماز میں شریک ہے) پر کیا گزر رہی ہوگی!"[24] ایک جگہ فرمایا: **اذا أمّ احدُكم الناسَ فليخففْ**

---

[21] البخاری، الجامع الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:3747

[22] احمد بن شعیب النسائی(م303ھ)، السنن الکبریٰ(بیروت: مؤسسہ الرسالہ، 1421ھ)، رقم الحدیث:8128۔

[23] البخاری، الجامع الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:516؛ احمد بن حنبل(م241ھ)، فضائل الصحابہ، رقم الحدیث:1365۔

[24] البخاری، الجامع الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:708،707۔

فانَّ فیھم الصغیرَ۔[25]"جب تم میں سے کوئی بھی نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ (مناسب حد تک) نماز کو ہلکا کرے کیونکہ جماعت میں (ماؤں کے ساتھ) چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں۔"

بچوں کو بوسہ دینا اور رخسار پر ہاتھ پھیرنا

بچے کو بوسہ دینا اس سے انتہائی انس والفت کی دلیل ہے۔ اس سے نہ صرف بوسہ دینے والا راحت محسوس کرتا ہے بلکہ جسے بوسہ دیا جائے اسے بھی ایک نوعیت کی مسرت ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو چوم کر اپنی محبت کا اظہار فرماتے اور ان کو راحت پہنچاتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوم رہے تھے کہ اقرع بن حابس نے عرض کیا کہ میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کو نہیں چوما، آپ نے فرمایا: "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" اسی طرح ایک دیہاتی نے عرض کیا کہ آپ بچوں کو چومتے ہیں لیکن ہم نہیں چومتے۔ فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دل سے محبت نکال لی ہے، تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اور فرمایا، جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"[26]

جناب جابر راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ ظہر کے بعد گھر کی طرف چلے تو میں بھی ساتھ تھا آپ ﷺ راستے میں ملنے والے بچوں کے رخسار پر ہاتھ پھیرتے اور آپ ﷺ نے میرے بھی رخسار پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک کی خوشبو اور ٹھنڈک محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے عطر والے کی صندوقچی سے ہاتھ نکالا ہو۔"[27] ان احادیث کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کی خاطر اور انھیں راحت پہنچانے کے لیے چومتے بھی تھے اور ان کے رخسار پر دست مبارک پھیر کر اپنے دست کرم کی خوشبو اور ٹھنڈک سے بھی نوازتے تھے اور بچوں سے محبت و شفقت کا اظہار نہ کرنے کے عمل کو آپ ﷺ نے رحمت خداوندی کے تقاضے کے برعکس فرمایا اور اسے ناپسند فرمایا۔

بچوں سے خوش طبعی فرمانا

محبت والفت اور پیار کا ایک انداز خوش طبعی اور مزاح بھی ہے، جس سے انسان محظوظ ہوتا اور کِھل جاتا ہے۔ یہ انتہائی بے تکلفی کی علامت ہے۔ برابر کے مرتبے والا مزاح کرے تو بھی محبت کی دلیل اور ایک قسم کا حظ اٹھانے کا ذریعہ ہے، لیکن اگر بڑے مرتبے والا چھوٹے مرتبے والے انسان سے خوش طبعی کرے تو یہ انتہائی مہربانی، شفقت اور کرم گستری کی دلیل ہوتی ہے۔ اور اس سے چھوٹے مرتبے والا شخص انتہائی خوشی محسوس کرتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم بچوں سے خوش طبعی فرماتے جس سے ان کی جسمانی ساخت اور ذہنی وروحانی تربیت پر بہت ہی گہرے اثرات مرتب

---

[25] مسلم، الجامع الصحیح لمسلم، رقم الحدیث:467۔

[26] البخاری، الجامع الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:5998،5997۔

[27] مسلم، الجامع الصحیح لمسلم، رقم الحدیث:2329۔

ہوتے۔ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی جناب عمیر بن مالک رضی اللہ عنہ کی چڑیا مر گئی اور اس پر وہ بہت پریشان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش طبعی اور مزاح کے انداز میں فرمایا: **یا ابا عمیر ما فعل نغیر؟**[28] "تمھارے مموے کا کیا بنا؟ اسی طرح جناب انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے: **یاذاالاذنین!**[29] "اے دو کانوں والے!" یہ سب عنایات کریمانہ ان بچوں کو خوش کرنے کے لیے فرمائیں تاکہ مزاح اور خصوصاً بچوں کے ساتھ سنت کا درجہ حاصل کرے اور بچوں کو تا قیامت آپ ﷺ کی شفقت کا یہ فیض واسطہ بواسطہ ملتا رہے اور جسمانی سکون کے ساتھ روحانی اور ایمانی اطمینان بھی نصیب ہوتا رہے، کیونکہ جب کسی شخص کو معلوم ہو کہ یہ عمل رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے جاری فرمایا تھا تو عمل کرنے والے اور جس کے لیے کیا گیا وہ دونوں حلاوتِ ایمان سے صدیوں بعد بھی ایک روحانی اور خاص قسم کا لطف محسوس کرتے ہیں۔

موسم کا نیا پھل دینا

بچہ بڑوں کی نسبت کھانے والی خصوصاً نئی اشیاء کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور نئے پھل کی چھوٹے بچے سے مناسبت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ رحمت عالم صلی علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب موسم کا کوئی نیا پھل آتا تو آپ ﷺ اسے پسند فرماتے، اس میں برکت کی دعا فرماتے: "اے اللہ ہمارے مدینہ (طیبہ)، ہمارے پھل، ہمارے مد، اور ہمارے صاع میں برکت فرما۔" اور بارگاہ میں جو سب سے چھوٹا بچہ موجود ہوتا اسے عطا فرماتے۔[30] اس مسنون عمل سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ آج بھی ہمیں یہی روش اپنانی چاہیے اور بچوں کو کھانے پینے کی اشیاء میں مقدم رکھ کر ان کی دل جوئی کرنی چاہیے اور ان احادیث کو ان تک پہنچا کر ان کے دلوں میں اسی عمر ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے جذبات کا بیج بو کر پھر اس کی آب یاری کا عمل جاری رکھنا چاہیے تاکہ جوانی میں یہ محبت بھی اپنے شباب کو پہنچ کر محبت غیر سے حفاظت کا سبب بن جائے۔

خلاصۂ بحث

اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ سیرت طیبہ میں بچے کی پیدائش سے لے کر بلوغت تک پہنچنے اور اس کے بعد تک کے تمام ضروری حقوق کا نہ صرف تعین کیا گیا ہے، بلکہ اس کی عملی صورت بھی پیش کر دی گئی ہے۔ نام رکھنا، تعلیم و تعلم، زبانی و عملی تربیت، محبت و شفقت، جسمانی و ذہنی نشوونما کا اہتمام وغیرہ میں والدین اور پورے معاشرے کو اہم ہدایات دی گئی ہیں۔ موجودہ دور میں بچوں کے حقوق کے حوالے سے جو کام بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے اس میں سیرت کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

---

[28] مسلم، الجامع الصحیح لمسلم، رقم الحدیث: 2150

[29] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (م279ھ)، سنن ترمذی (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998ء)، رقم الحدیث: 3828۔

[30] مسلم، الجامع الصحیح لمسلم، رقم الحدیث: 1373۔